اردو ادب کا پس منظر

اردو جنوبی ایشیا کی ایک اہم اور بڑی زبان ہے ،بر صغیر ہند کی آزادی کے بعد سے اس کی مقبولیت اور اہمیت بڑھتی ہی جارہی ہے ، یہ ہندوستان کی 22 قومی زبانوں میں سے ایک ہے، اردو اپنی چاشنی ، حلاوت ،مٹھاس اور نغمگی میں ہندوستان کی تمام زبانوں سے فائق وبرتر ہے ، اس کے اندر حسن کو لڑی میں پروکر بیان کرنے اور راز کائنات کو خوبصورت مرقع میں پیش کرنے کی جو صلاحیت موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان کی کسی زبان کو نصیب نہیں ، اس وقت اردو کا مرغ شہرت ہندوستانی سرحدوں کو عبور کرکے انگلینڈ وامریکہ ، کناڈا وجاپان ،ڈنمارک ،ناروے اور سوئیڈن تک پہونچ چکا ہے ، ہر جگہ اس کی دھوم مچی ہوئی ہے ، تھوڑے سے تصرف کے بعد داغ دہلوی کا یہ شعر اردو کی شہرت کے -بالکل مناسب حال ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اردو نے مختلف زبانوں ، بولیوں ،تہذیبوں اور ثقافتوں کے عطر کشید کر اپنے اندر اس طرح سمویا اور اس خوبی سے ان کو برتا ہے کہ ماہر لسانیات اور علمائے زبان اردو کے ابتداء وارتقا اور اس کے مولد و مسکن کے بارے میں غچہ کھاجاتے ہیں ، اتنی بات تو سب مانتے کہ اردو ہندوستان کی - بیٹی ہے ، اسی کی کوکھ سے جنم لی ہے ، اختلاف اس کے بچپن اور ابتدائی نشوونما میں ہے

میر امن دہلوی نے اردو زبان کو ایک مخلوط زبان قرار دیا ہے اور دربار اکبری کی لونڈی بتایا ہے ، وہ اپنی کتاب "باغ وبہار " کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم ، قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لا ثانی کی سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی ، اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین سودا سلف سوال جواب کرتے ایک زبان اردو کی (مقرر ہوئ "(باغ وبہار :ص :۷-۸

میر امن کا یہ نظریہ بہت مشہور ہوا اور اس کے مطابق ایک مدت تک اردو کو ایک مخلوط زبان قرار دے کر اس کے آغاز کا زمانہ عہد مغلیہ کو تسلیم کیا جاتا رہا، میر امن دہلوی کے برخلاف محمد حسین آزاد نے برج بھاشا کو اردو کی ماں قرار دیا ہے ، آزاد اپنے خاص اسلوب نگارش میں لکھتا ہے ("اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری زبان اردو برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا ہندوستانی زبان ہے"(آب حیات ،ص:٦

علامہ سید سلیمان ندوی کی رائے میں سندھ اردو کا مرز بوم ہے ، سید صاحب اردو کے ابتدائی ہیولی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں،"مسلمان سب سے پہلے سندھ پہنچےہیں ، اسلیے قرین قیاس یہ کہ جس کو آج ہم اردو کہتے ہیں اس کا ہیولی' اسی وادئ سندھ میں تیار ہوا ہو گا "(نقوش (سلیمانی ص:۳۱

میر امن کی رائے کی تردید کرتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں "مسلمان عربی اور فارسی زبان لے کر ہندوستان آئے ، اس پر دو سو برس بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ ایک مشترک زبان یہاں پیدا ہو گئی ، اردو شاہ جہاں کے عہد کی یادگار بتائ جاتی ہے ، لیکن اصل یہ ہے کہ غوریوں ، خلجیوں (اور تغلقوں ہی کے زمانہ میں یہ پیدا ہو چکی تھی "(نقوش سلیمانی ص:۱۰

اردوزبان کے آغاز وارتقا کے بارے میں ایک اہم نظریہ حافظ محمود شیرانی کاہے ، ان کا نظریہ یہ ہے کہ پنجاب اردو کی جائے پیدائش ہے ، کیونکہ مسلمانوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے طویل عرصے کے لئے یہیں بودوباش اختیار کی تھی ، وہ اپنی مشہور کتاب "پنجاب میں اردو" میں اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں ہے ،بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے (ہجرت کر کے جاتے ہیں ، اسلیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئ زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں "(پنجاب میں اردو مقدمہ

اردو کی ابتداء اور ارتقاء کے بارے میں سب سے اہم اور مستند نظریہ پروفیسر مسعود خاں کا ہے ، وہ اردو کی جائے پیدائش دہلی اور اس کے نواح کو قرار دیتے ہیں ، کھڑی اور ہریانوی بولی کو اردو کی ماں مانتے ہیں "زبان دہلی وپرامنش اردو کا اصل منبع اور سر چشمہ ہے اور حضرت دہلی اس کا حقیقی مولد ومنشا " دہلی وپرامنش کی لسانی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں "شہر دہلی تین بولیوں کے سنگم پر واقع ہے ، جمنا پار مغرب میں ہریانوی رائج ہے ، شمال مشرق میں کھڑی اور جنوب میں برج کا علاقہ ہے ، اردو کے ارتقاء میں ان تمام بولیوں کے اثرات مختلف زمانوں میں (پڑتے رہےہیں "(مقدمہ تاریخ زبان اردو :ص ۲۳۵

مسعود حسین خاں اردو کے ارتقاء میں برج بھاشا کے اثرات پر بھی زور دیتے ہیں اور برج کو اردو کی بہن کہتے ہیں ، لکھتے ہیں "قدیم اردو کی تشکیل براہ راست دوآبہ کی کھڑی اور جمنا پار ہریانوی کے زیر اثر ہوئی ہے ، اور جب سولہویں صدی میں آگرہ دارالسلطنت بن جاتاہے اور کرشن بھکتی کی تحریک کے ساتھ برج بھاشا عام مقبول ہوجاتی ہے تو سلاطین دہلی کے عہد کی تشکیل شدہ زبان کی نوک پلک برجی محاورے کے ذریعے (درست ہوتی ہے "(مقدمہ تاریخ زبان اردو ص۲۳۰

یہ اردو زبان کے ارتقاء وابتداء اور جائے پیدائش کی سرسری تاریخ ہے

اردو ادب کے ارتقاء وابتداء شمالی ہند سے نہیں بلکہ جنوب ہند سے ہوتی ہے جہاں یہ زبان ایک مہمان کے طور پر پہونچی تھی ، لیکن وہاں کے - فیاض طبع بادشاہوں نے اس نووارد زبان کی خوب پذیرائی کی اور اردو ادب کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا

بہمنی دور کے شاعروں اور ادیبوں میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ، نظامی بیدری ، اشرف بیابانی ، اور میراں جی العشاق کے نام قابل ذکر ہیں فخر - دین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ " اردو کی پہلی ادبی تصنیف ہے

دبستان بیجاپور کے نمائندہ شعراء حسن شوقی ، شاہی ، نصرتی اور ہاشمی ہیں ، جنہوں نے مختلف اصناف سخن میں اپنی شعری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ، حسن شوقی کی مثنوی "میزبانی نامہ "اور "علی نامہ " اور ہاشمی کی "یوسف زلیخا " عادل شاہی دور کی اہم مثنویوں میں شمار ہوتی ہیں ،
- ملک الشعراء نصرتی دبستان بیجاپور کا ایک قادر الکلام وبلند رتبہ شاعر ہے ، اس کا شمار نمائندہ قصیدہ نگاروں میں ہوتا ہے
سلطان محمد قلی قطب شاہ کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے ، اس کے دیوان میں غزلوں کے علاوہ قصیدے ، رباعیاں ،
- اور مختلف موضوعات پر نظمیں بھی ملتی ہیں ، قلی قطب شاہ کا دیوان ، سادگی ، روانی ، برجستگی ، سلاست اور حقیقت نگاری کا بہترین نمونہ ہے
ا ملا وجہی قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء اور صاحب طرز ادیب تھا ، اس کی طبع زاد مثنوی "قطب مشتری" نہ صرف قطب شاہی عہد کی ایک لا جواب تصنیف ہے بلکہ اردو مثنوی کی تاریخ میں ایک اہم مقام کی مستحق ہے ، وجہی ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال نثر نگار بھی
- تھا ، اس کی تصنیف "سب رس "نہ صرف دکنی اردو کی شاہ کار تخلیق ہے بلکہ اردو نثر کے دو یا تین منتخب نثری شہ پاروں میں شمار ہوتی ہے
محمد قلی قطب شاہ اور وجہی کے بعد قطب شاہی دور کا سب سے بڑا شاعر غواصی تھا ، اس کی تصنیفات "میناست ونتی "سیف الملک وبدیع الجمال
- " اور "طوطی نامہ " اردو نثر نگاری کی تاریخ میں بلند مقام کی حامل ہیں
غواصی کے بعد اس دور کے شعراء میں ابن نشاطی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی ،اس کی صرف ایک مثنوی "پھول بن "دستیاب ہوئی ہے ،
- (یہ مثنوی راقم السطور کے پاس موجود ہے)لیکن شاعرانہ خوبیوں کی وجہ سے یہ اردو کی لازوال تصنیف میں شمار کیئے جانے کی لائق ہے
جب دکن میں اردو کے بڑے بڑے شعراء اور نثر نگار پیدا ہو رہے تھے اس وقت دہلی میں اردو صرف بولی ٹھولی اور روز مرہ کی زبان تھی ، دربار
- شاہی اور شرفاء کی مجلسوں میں نہ باریاب ہوئی تھی اور نہ لکھنے پڑھنے کی زبان بنی تھی
اٹھارویں صدی کی ابتدا میں ولی دکنی کی دہلی آمد ہوتی ہے اور دہلی کے فارسی گو شعراء ولی کے کلام سن کر اس کا حوصلہ پاتے ہیں کہ وہ بھی اس زبان نوخیز میں لوگوں کو حسن وعشق کی حکایات سنائیں ، یہیں سے اردو ادب کے ایک نیئے باب کا آغاز ہوتا ہے ، اٹھارویں اور انیسویں صدی کو اردو کلاسیکل شاعری کا سنہرا دور مانا جاتا ہے ، جب اردو کی لطافت اور چاشنی اپنے عروج پر تھی ، اسی حسین دور کے خوبصورت یادگار میر تقی میر ، مرزا رفیع سودا، خواجہ میر درد ، مرزا مظہر جان جاناں ، مومن خاں مومن ، شیخ ابراہیم ذوق ، بہادر شاہ ظفر ، اور مرزا اسد اللہ خان غالب
- ہیں ، جنہوں نے اردو کے گیسوئے برہم کی مشاطگی میں نمایاں حصہ لیا ، یہ شعراء اردو زبان وادب کے آب رو اور مایہ افتخار ہیں
لکھنوی شعراء شیخ قلندر بخش جرات ، انشاءاللہ خان انشاء ، غلام ہمدانی مصحفی ، شیخ امام بخش ناسخ ، خواجہ حیدر علی آتش ، میر انیس ومرزا
- دبیر نے بھی اردو کے حسن کو نکھارنے ، شیریں بنانے اور نئی نئی تراکیب ایجاد کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے
شمالی ہند میں اردو نثر نگاری کی ابتدا فضلی نامی شاعر ۱۱۴۰,سے ہوتی ہے ،جس نے "مجلس" نامی ایک کتاب لکھی ، اس تصنیف کے چند دنوں بعد میر محمد حسین دہلوی نے احمد شاہ درانی کے زمانہ میں "فصول الحکم"کا ترجمہ کیا ، مرزا غالب کے خطوط نے اردو کو بلند نثری معیار عطا
- کئے
یہ انفرادی کوششیں تھیں ، اردو نثر نگاری کے فروغ کی اجتماعی کوشش فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں انجام پائی ، جہاں دہلی اور لکھنؤ کے ممتاز ادباء اور اصحاب قلم جمع کیے گیے اور ان سے اردو میں کتابیں تصنیف کرائ گئیں ، سید حیدر بخش نے طوطا کہانی لکھی ، جس میں غواصی کی طوطی
- نامہ کو اپنے زمانے کی اردو زبان کا جامہ پہنایا، میر امن دہلوی نے "باغ وبہار"آراستہ کیا
مولوی حفیظ الدین پروفیسر فورٹ ولیم کالج نے ابو الفضل کی کتاب "عیار دانش " کا ترجمہ "خرد افروز"نام سے کیا ، جو عربی میں کلیلہ ودمنہ کے نام سے مشہور ہے ،میر شیر علی افسوس نے شیخ سعدی کی گلستاں کا ترجمہ کیا ، اور اس کا نام "باغ اردو" رکھا اور ڈاکٹر گل کرائسٹ نے (جو
- فورٹ ولیم کالج کے صدر تھے) اردو زبان کے قواعد قلم بند کیے اور اردوزبان کی لغت لکھی
انقلاب ۱۸۵۷ کے بعد اردو نے کروٹ بدلی قصوں ، کہانیوں ، اور گل وبلبل کی حکایات کو خیر باد کہا ، غم جاناں کی جگہ غم دوراں کو اہمیت دینے لگی اور اس کا سہرا سرسید کے سر باندھتا ہے ، ان کی کوششوں سے اردو کے نثری اصناف ناول ، سوانح ، خاکہ ، مضامین ، مقالہ ، تاریخ نگاری اور تنقید نگاری کا ایک طرح سے آغاز ہوا ، جدید نظم نگاری کا چرچہ ہوا اور ایک ایسا ادب وجود میں آیا جس میں حقیقت ، مقصدیت ،اور افادیت کا پہلو نمایاں ہے ، بیسویں صدی اردو نثر نگاری اور جدید شاعری کا سنہرا دور ہے ، اس صدی میں تمام اصناف ادب میں سربرآوردہ اور باکمال
- شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے اردو ادب کو بام عروج پر پہونچا دیا
اس صدی کے آسمان شاعری پر حالی ، شبلی ، اقبال ، اکبر الہ آبادی ، شاد عظیم آبادی ، جوش ملیح آبادی ، حسرت موہانی ، تلوک چند ، جگر مراد آبادی ، اصغر گونڈوی ، فراق گورکھپوری ، اختر شیرانی ،ساغر نظامی ، اور فیض احمد فیض ستاروں کی مانند چمکتے نظر آتے ہیں ، علامہ اقبال کو
- ان کے درمیان ماہ کامل کی حیثیت حاصل ہے

سوانح وخاکہ نویسی میں شبلی ،حالی ، مولوی عبدالحق ، مولانا عبد الماجد دریابادی ، رشید احمد صدیقی ، علامہ سید سلیمان ندوی ، عبدالسلام ندوی ،کے نام اور کام روشن وتاباں ہیں ، صحافت کے میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد ، محمد علی جوہر ، اور ظفر علی خان نے اپنے جوہر دکھائے ، داستان نویسی اور ناول نگاری میں مولانا عبد الحلیم شرر ، سجاد حیدر یلدرم ، سہیل عظیم آبادی ، کرشن چندر ، قرۃ العین حیدر کے کارنامے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔